www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

التفسیر والتعبیر

مولانا عزیز زبیدی واربرٹن

سورۃ بقرۃ

(قسط ۱۵)

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا

اور ہم نے (آدم سے) کہا! اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں جہاں کہیں سے

مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

جی چاہے بافراغت کھاؤ (پیو) مگر اس درخت کے پاس مت پھٹکنا (ایسا کروگے) تو تم (آپ

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا

اپنا) نقصان کرلوگے۔ پس شیطان نے ان کو وہاں سے (بہلا پھسلا کر) اکھاڑ دیا اور (بالآخر کار)

مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَ

بس (مزے) میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا اور ہم نے حکم دیا کہ تم (سب) اتر جاؤ، تم میں سے

لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○

بعضے بعض کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا اور مقررہ میعاد تک کام چلانا ہے۔

لہ اُسْكُنْ۔ (سکونت کر، آرام کر، رہائش کر، قیام کر) بعض ائمہ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد عارضی قیام ہے، لیکن یہ معنی عرفی تو ہو سکتے ہیں، لغوی یا شرعی نہیں (فتح القدیر) ہو سکتا ہے یہاں یہی عرفی معنی مراد ہوں، کیونکہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ انھیں بالآخر زمین پر ہی فروکش ہونا تھا۔ "س، ک، ن" کے مرکب میں، آرام و سکون کا پہلو بھی مضمر ہے، عدم

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سے وجود میں آنے کے بعد اب تک جو مراحل ان کو درپیش رہے، اپنی حیثیت کے تعین اور تشخص کے لیے کافی حد تک ان کے لیے یہ سفر، پرخطر اور ہنگامی نوعیت کا رہا تھا، اس لیے ان سے فرمایا کہ: اب آپ یہاں آرام فرمائیں۔ اس اسلوب بیان اور فحوائے کلام سے بھی یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ جنت ان کے لیے عارضی اقامت گاہ تھی۔ کچھ عرصہ بعد تفسیر کبیر دیکھی تو الحمد للہ بات موافق نکلی:

فههنا لم يقل الله تعالیٰ وهبت لك الجنة بل قال اسكنك وانما لم يقل ذلك لانه خلقه لخلافة الارض فكان اسكان الجنة كالتقدمة على ذلك (تفسير كبير ج۱ ص۲۳۹)

اس خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ:

اس منزل میں حضرت حوا بھی حضرت آدم علیہ السلام کے شریک سفر اور شریک حیات ہو گئی تھیں، باقی رہی یہ بات کہ سجدۂ آدم سے پہلے اس کی تخلیق ہوئی تھی یا بعد میں؟ سیاق آیات اور واقعۂ سجدہ سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق بعد میں ہوئی تھی۔ بعض مفسرین نے حضرت ابن مسعود اور ابن عباس کا قول بھی یہی نقل کیا ہے (ابن کثیر و تفسیر کبیر للرازی وغیرہ)

سجدہ آدم کو ہوا، حوا کو نہیں، کیونکہ عورت مرد کے تابع ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے مقابلے میں عورت کی حیثیت ثانوی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے غرض ایک یہ بھی ہے کہ: صنف نازک ابن آدم کے لیے ایک "وجہ قرار" بھی ہے، مردوں پر ذمہ داریوں کا جو بوجھ ہے ان کی وجہ سے ان پر جو اضمحلال اور ملال جیسی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں، ضروری تھا کہ ان کے لیے تسکین اور قرار کی کوئی صورت پیدا کی جائے، چنانچہ عورت کی تخلیق کی گئی۔ یہ ٹھیک ہے کہ عورت کا بذات خود ایک مقام ہے اس لیے وہ بھی خدا کے ہاں جواب دہ ہے لیکن نظام دنیا کی حد تک اس کی حیثیت ایک معاون کی ہے پیشرو کی نہیں ہے۔ باقی رہی خدا کی عبادت اور رسول کی اطاعت کی بات؟ سو وہ اس معاملے میں مرد کی طرح بالاصالۃ اور ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

۲ رغداً (وافر اور بے کد و کاوش) مفسرین نے اس کے معنی، ایسی روزی کے کیے ہیں جو خوشگوار بھی ہو اور بلا کد و کاوش اور محنت بھی۔

الرغد: العيش الهنئ الذي لا عناء فيه (فتح القدير)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصلی بہشت اور جنت تھی، کیونکہ یہ وہاں کی زندگی کا خاصہ ہے، دنیا میں لوازمات حیات کے لیے تگ و دو اور محنت ہی کرنا پڑتی ہے، اس کے بغیر مشکل ہے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

الاان یشاء اللہ! فھو فعال لما یرید وعلیٰ کل شیء قدیر۔

حیث شئتما (جہاں سے چاہو) سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں پوری آزادی تھی، صرف ایک درخت کی بات تھی کہ اسے چھوڑ دو، اور جو چاہو اور جہاں سے چاہو، کھاؤ پیو اور مزے لو! ظاہر ہے یہ مقام مقامِ بہشت ہی ہو سکتا ہے۔

[3] لَا تَقْرَبَا (قریب بھی نہ جاؤ) ممنوع دراصل ایک شے ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بسا اوقات وہ امور بھی ممنوع قرار دے دیے جاتے ہیں جو ممنوع چیز کے ارتکاب کا سبب بن جاتے ہیں، یا ان سے کم از کم ممنوع چیز کے سلسلے میں مطلوب اجنبیت، پرہیز اور انقباض کے رنگ کے پھیکے پڑ جانے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ فقہاء کی زبان میں اسے "سدِ ذریعہ" کہا جاتا ہے۔

یہاں پر بھی یہی بات ہے کہ: منع درخت کا کھانا اور چکھنا تھا، مگر فرمایا: اس کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ یعنی اتنے فاصلے پر جا پہنچنا کہ اس کے بعد بس اگلا قدم وہاں ہی جا پڑے۔ تم پر بالکل حرام ہے؛

اس کے متعلق حضرت امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (ف ۷۵۱ھ) حضرت امام ابن تیمیہؒ (ف ۷۲۸ھ) اور حضرت امام شاطبیؒ (ف ۷۹۰ھ) نے تفصیل سے بحث کی ہے، خاص کر حضرت امام ابن القیمؒ نے جس جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ وہ بہت معیاری ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

مقاصد کے حصول کے لیے کچھ وسائل، اسباب اور طریقے ہوتے ہیں، اور وہ ان کے تابع ہوتے ہیں، مقاصد اور مطالب حرام ہوتے ہیں، تو اس سلسلے کے جتنے ذرائع اور وسائل ہوتے ہیں وہ بھی حرام ٹھہرتے ہیں، اگر حلال اور جائز ہوتے تو وہ بھی جائز تصور کیے جاتے ہیں۔

لما كانت المقاصد لا يتوصل اليها الا باسباب وطرق تفضي اليها كانت طرقها واسبابها تابعة لها معتبرة بها . . . . فوسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلا هما مقصود لكنه مقصود قصد الغايات (اعلام الموقعين ص۶۲ طبع هند)

جو فعل یا قول کسی مفسدہ پر منتج ہوتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو براہِ راست حرام تک پہنچاتی ہے، جیسے شراب کا پینا کہ وہ نشہ جیسے مفسدہ تک پہنچا دیتا ہے۔ دوسری وہ جو پہلے تو جائز اور مستحب تک پہنچاتی ہے پھر ارادۃً یا بے ارادہ اسے حرام کے ارتکاب کے لیے ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔ قصد کی مثال جیسے ایک شخص نکاح کرتا ہے مگر بغرض حلالہ — ظاہر ہے نکاح تو حلال ہے مگر حلالے کے لیے نہیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فنقول الفعل والقول المفضی الی المفسدة قسمان احدھما ان یکون وضعہ للافضاء الیھا کشرب المسکر المفضی الی مفسدة السکر ... والثانی ان تکون موضوعة للافضاء الی امر جائز او مستحب فیتخذ وسیلة الی المحرم اما بقصد او بغیر قصد منہ فالاول کمن یعقد النکاح قاصدا بہ التحلیل (ص۱۴۷ طبع مصر)

پھر فرمایا کہ اس قسم کے ذرائع دو نوع کے ہیں۔ ایک یہ کہ مصلحت فعل، اس کے مفسدہ سے ارجح ہو، دوسرا یہ کہ مفسدہ، مصلحت سے ارجح ہو۔

احدھما ان تکون مصلحة الفعل ارجح من مفسدة والثانی ان تکون مفسدتہ راجحة علی مصلحتہ (ص۱۴۳)

اب اس کے چار اقسام بن گئے ہیں (۱) یہ ذریعہ مفسدہ تک پہنچائے (۲) یا یہ کہ مباح تک پہنچائے، آگے وہ مفسدہ کا ذریعہ بن جائے (۳) تیسرا یہ کہ امر مستحب تک پہنچائے، آگے وہ مفسدہ تک پہنچا دے (۴) چوتھا یہ کہ مباح تک کا ذریعہ، کبھی ایسے مفسدہ کے لیے ذریعہ بن جاتا ہے جس سے مصلحت فعل ارجح ہوتی ہے۔

الاول وسیلة موضوعة للافضاء الی المفسدة الثانی وسیلة موضوعة للمباح قصد بھا التوسل الی مفسدة مفضیة الیھا غالباً ومفسدتہ ارجح من مصلحتھا الثالث وھو وسیلة موصلة الی المستحب ولکنھا موصلة الی المفسدة۔ کذا بعامشہ الرابع وسیلة موضوعة للمباح وقد تفضی الی المفسدة ومصلحتھا ارجح من مفسدتھا ومثال النوع النظر الی المخطوبة (ص۱۴۳)

پھر فرمایا: یہ چوتھی قسم مباح یا مستحب یا واجب ہو سکتی ہے، باقی رہی پہلی؟ وہ مکروہ یا حرام ہے حسب درجات، ہاں درمیانی دو کی بات رہ جاتی ہے؟ فرمایا: وہ بھی صحیح یہ ہے کہ ممنوع ہیں۔ پھر اس پر تقریباً ۹۹ مثالیں پیش کر کے اس کی ممنوعیت کو ثابت کیا ہے۔

فالشریعة جاءت باباحة ھذا القسم او استحبابہ او ایجابہ بحسب درجاتہ فی المصلحة وجاءت بالمنع من القسم الاول کراھة او تحریما بحسب درجاتہ فی المفسدة بقی النظر فی القسمین الوسط ھل ھما مما جاءت الشریعة باباحتھما او المنع منھما فنقول الدلالة علی المنع من وجوہ (ص۱۴۳)

اس مبحث کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: تکلیف کا ۱/۴ سد ذرائع کا باب ہے کیونکہ وہ امر ہے یا نہی، امر دو قسم ہے، بنفسہ مقصود ہے یا وسیلہ الی المقصود، اسی طرح نہی کا حال ہے، مفسدہ فی نفسہ کی وجہ سے ممنوع ہے یا وسیلہ الی المفسدہ کی بنا پر، بہرحال ذرائع کا مسئلہ دین کا ۱/۴ ہوا۔

وباب سد الذرائع احد ارباع التکلیف فانہ امر ونھی والامر نوعان احدھما مقصود

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بنفسه والثاني وسيلة الى المقصود. والنهي نوعان احدهما ما يكون المنهي عنه مفسدة في نفسه والثاني ما يكون وسيلة الى المفسدة فصار سد الذرائع المفضية الى الحرام احد ارباع الدين (اعلام الموقعين طبع هند ص ۱/۲)

حضرت امام ابن القیمؒ نے "اغاثۃ اللہفان" میں بھی اس پر خاصی روشنی ڈالی ہے۔ جو دیدنی ہے بلکہ بعض لحاظ سے اعلام الموقعین سے بھی زیادہ طمانیت بخش ہے۔

وبالجملة فالمحرمات قسمان: مفاسد وذرائع موصلة اليها مطلوبة الاعدام كما ان المفاسد مطلوبة الاعدام — والقربات نوعان: مصالح للعباد وذرائع موصلة اليها، ففتح باب الذرائع في النوع الاول كسد باب الذرائع في النوع الثاني وكلاهما مناقض لما جاءت به الشريعة (اغاثة اللهفان ص ۳۷۰)

امام ابن تیمیہؒ حرانی نے اس موضوع پر جس رسالے میں سب سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اس کا نام اقامۃ الدلیل علی ابطال التحلیل ہے۔ تقریباً ۲۲۶ صفحات پر مشتمل ہے اور خوب ہے تاہم اکثر مسائل وہی ہیں جو ابن القیمؒ نے بتا دئے ہیں۔ آپ نے ایک مقام پر "سد ذرائع" کے سلسلے میں جو چند سطریں لکھی ہیں، وہ نہایت بصیرت افروز ہیں فرماتے ہیں۔

الغرض ذرائع اور مادہ شر کے رخنے بند کرنے میں شریعت کے بہت سے ایسے ہی اسرار ہیں، جن کا علم انسان کی جبلی کمزوریوں سے واقف شارع کو ہی ہو سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص شارع سے زیادہ عقلمند بنتا ہے، پہلے کسی شے میں علتِ تحریم فرض کرتا ہے، پھر اس میں تاویل کر کے محظور کو مباح ٹھہراتا ہے تو ایسا شخص

"امرِ رب سے جاہل ہے، اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، وہ نہیں سمجھتا کہ اگر وہ کفر سے بچ بھی جائے تاہم بدعت، فسق، قلتِ فہم اور دین میں بے بصیرتی سے نجات نہیں پا سکتا (ابن تیمیہؒ ص ۳۳ بحوالہ اقامت الدلیل ص ۱۴)

حضرت امام احمدؒ کے نزدیک ایسے دکاندار سے سودا لینا جائز نہیں ہے جو اپنے ہمسایہ دکاندار کو نقصان پہنچانے کے لیے چیزوں کی قیمتیں گھٹا کر بیچتا ہے، کیونکہ ان کی غرض عامۃ خلائق کو نفع پہنچانا نہیں ہے بلکہ ضرر پہنچانا ہے۔

اسی طرح فتنہ وفساد کے عہد میں اسلحہ کی فروخت بھی جائز نہیں، کیونکہ اس سے فتنہ وفساد کی آگ اور تیز ہونے کا امکان ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ایک شخص کے پاس کھانے پینے کی چیزیں موجود ہیں مگر لوگوں کو دیتا نہیں بلکہ بھوک پیاس سے کوئی مر جاتا ہے تو امام احمدؒ کے نزدیک اس سے خونبہا وصول کیا جائے گا کیونکہ اس کی تنگ دلی کی وجہ سے وہ مرا ہے۔

الغرض وہ راستے اور کیفیات جو کسی ناجائز بات کے ارتکاب کا ذریعہ بن سکتی ہیں، وہ راستے اور واسطے یا کیفیتیں بھی حرام، مکروہ اور ناجائز ہو جاتی ہیں اور جو امور جائز اور مبارک بات تک پہنچانے کا وسیلہ اور ذریعہ بنتے ہیں، وہ بھی مبارک، جائز اور محمود بن جاتے ہیں، اس بات کو یاد رکھنے سے انسان بہت سے امور کے بارے میں خود فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے کہ: ان کا بالآخر انجام کیا ہوگا اور ان کی تان کہاں جا کر ٹوٹے گی۔ اس لیے اب ان کا کیا حکم ہونا چاہیے، جائز یا ناجائز؟ بہرحال قرآن حکیم نے "وَلَا تَقْرَبَا" کہہ کر اس بہت بڑی حکمت کی طرف اشارہ کر دیا ہے، اگر آپ چاہیں تو اس اصول کے ذریعے اپنے اور اپنے گرد و پیش کی تمام تحریکات سکنات اور تعامل پر علی وجہ البصیرت تبصرہ اور محاکمہ کر سکتے ہیں۔

شجرۃ وہ شجرۃ (درخت) کیا شے ہے، جس سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روک دیا گیا تھا۔ کہتے ہیں اس سے مراد گندم، انجیر، انگور وغیرہ وغیرہ ہے مگر اس کی دلیل کوئی نہیں بعض مجددین کا خیال ہے کہ: اس سے مراد "بدی" ہے، دلیل میں مثل کلمة خبيثة كشجرة خبيثة (سورة ابراہیم) پیش کرتے ہیں، مگر یہ بھی ایک تکلف ہے۔ کیونکہ شیطان نے ورغلاتے ہوئے آدم سے کہا تھا کہ اس سے آپ کو روک دینے کی وجہ یہ ہے کہ کہیں اس کی وجہ سے آپ کو دوام حاصل نہ ہو جائے یا آپ فرشتے نہ بن جائیں۔ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ——— ظاہر ہے کہ حضرت آدم کو اتنا تو بہرحال معلوم تھا کہ بدی اس کا ذریعہ نہیں بن سکتی جس کی طرف شیطان نے دعوت دی تھی اس کے علاوہ جس طرح شجرة خبيثة کا ذکر آیا ہے اسی طرح ——— شجرة ملعونة کا بھی آیا ہے (اسرائیل ع) ایک درخت کو طعام الاثیم (دخان ع) شجرة تخرج في اصل الجحيم (صافات ع) اسی طرح شجرة مباركة (نور ع) شجرة تخرج من طور سيناء (مومنون ع) بھی کہا گیا ہے۔ بہرحال ان آیات سے معلوم ہوا کہ درختوں کی یہ ساری اقسام، مجاز نہیں۔ حقیقت بھی ہیں۔ جب حقیقت ممکن ہے تو پھر مجاز کی طرف جانے کی کیا ضرورت؟

صحیح یہ ہے کہ یہ بہرحال کوئی درخت تھا، وہ کون سا تھا؟ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے،

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہاں اتنا پتہ چلتا ہے کہ اسے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ایک آزمائش کا نشان مقرر کیا گیا تھا۔ غرض یہ تھی کہ حضرت آدم پر واضح ہو جائے کہ: ابن آدم کو کچھ پابندیاں بھی درپیش ہیں۔ اگر ان کے سلسلے میں اختلال ممکن ہے تو پھر ان کی جگہ جنت نہیں دنیا ہے۔ جنت دار الجزا ہے دار العمل نہیں ہے۔ گو اس خروج کا محرک معصومانہ لغزش ہو یا مجرمانہ سازش اس کا سبب ہو، بھول ہو یا جذبۂ نیک نیتی کی لپک اس کا باعث ہو، بہرحال اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جنت میں انسان کا احکامِ الٰہی اور پابندیوں پر کماحقہ پورا اترنا بالکل مشکل ہے۔ اس لیے ان کو حکم ہوا کہ اب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔

سلہ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ورنہ ظالموں میں سے ہو جانا' ۔۔۔ کہیں ان میں سے نہ ہو جانا جنھوں نے ظلم کیا یا اپنے آپ سے بے انصافی کی) بریکٹ میں ہم نے اس جملے کے سب محتمل معنی ذکر کر دیے ہیں، جو یہاں سب ممکن ہو سکتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہوئے کہ، جو ظالم ہیں، ان میں سے آپ نہ ہوں، یعنی آپ بھی بے انصاف نہ بنیں، دوسرا یہ کہ اپنے آپ سے بے انصافی نہ کریں۔ غلط راہ اختیار کر کے اپنا انجام خراب نہ کریں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ: انسان اگر اپنے ساتھ بھی بے انصافی کرنا چاہے تو عند اللہ وہ اس کا بھی مجاز نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنا مالک نہیں ہے۔ بلکہ یہ زندگی اس کے پاس خدا کی طرف سے امانت ہے۔ امانت میں خیانت کرنا سب کے نزدیک برا ہے۔

ظلم۔ محل اور موقعہ کے اعتبار سے اس لفظ کے معنی میں بڑا تنوع ہے۔ مگر سب میں "قدر مشترک" بے محل اور بے موقع کسی چیز کا استعمال ہے (وضع الشیء فی غیر موضعہ۔ مختار الصحاح ومفردات) وہ بصورت زیادتی ہو یا کمی (مفردات راغب) روشنی کا جاتے رہنا، جہالت، شرک، فسق و فجور، زیادتی کرنا، اندھاپن، کمی کرنا، شرارت، راستہ سے ہٹ جانا، رات کے پہلے حصے کی تاریکی، قمری ماہ کی آخری تین راتیں، غصہ، ترچھی نگاہ، غصے کی نظر کٹھن، داد خواہی، عذاب، بہت اندھیرا، نافرمانی "ظ ل م" کے مادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (مفردات، مختار الصحاح، منجد، منتہی الارب فی لغات العرب وغیرہ)

اس لفظ کے مختلف معانی آپ کے سامنے رکھنے سے غرض یہ ہے کہ، آپ غور فرمائیں کہ
ع اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی" کے مصداق اس میں خیر و خوبی کی کوئی رمق بھی کہیں نظر آتی ہے؟ حاشا وکلا!

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

امام راغب اصفہانی (ف ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

ظلم کی تین قسمیں ہیں (۱) خدا کے ساتھ بے انصافی (۲) ایک دوسرے کے ساتھ بے انصافی (۳) اور اپنی ذات کے ساتھ بے انصافی۔

ظلم بین الانسان و بین اللہ تعالیٰ و اعظمہ الکفر والشرک والنفاق، ظلم بینہ و بین الناس، وظلم بینہ و بین نفسہ (مفردات)

امام موصوف اس موقع پر ایک عجیب اور معنی خیز بات کہتے ہیں، فرماتے ہیں یہ تینوں قسم کا ظلم درحقیقت ظلم علی النفس ہی ہے ...... فرماتے ہیں اس بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ ظالم اپنے ظلم کی ابتدا ہمیشہ اپنی ذات سے کرتا ہے (مفردات مترجم)

ظلم اور قرآن: قرآن حمید میں اس موضوع پر جو کچھ آیا ہے اس کا سلسلہ کافی طویل ہے۔ یہاں پر ہم اس کا صرف اتنا حصہ پیش کریں گے جتنا باقی ماندہ کا بھی کفیل ہو سکے۔

شرک: شرک سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی ہے، کیونکہ اس سے بڑھ کر بے محل اور بے موقع بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ کسی کو اس کی خدائی میں شریک مان لیا جائے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (پ۲۱ - لقمان ع۲)

تکذیبِ آیات: اللہ کی آیات کو جھٹلانا، اندھاپن اور اندھیرے کی بات ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ (پ۷ - الانعام ع۴)

ھویٰ و نفس کے بندے: نفس اور ہویٰ کے بندے ظالم لوگ ہوتے ہیں۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (پ۲۱ - روم ع۴)

خدا کے بجائے نفس و طاغوت کی غلامی پر قناعت، رجوع الی الحق کی توفیق سے محرومی کا نتیجہ ہے۔

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (ایضاً)

حق کے خلاف سرگوشیاں: یہ انہی ظالم اور بے انصاف لوگوں کا کام ہے کہ خفیہ میٹنگیں کر کے حق کی راہ روکنے کی تدبیریں کرتے ہیں۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (پ۱۷ - اعراف ع۱)

عیش و عشرت میں مگن: وہ بھی ظالم ہی تھے جو دادِ عیش دیتے رہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ (پ ۱۲۔ ھود ع)

قیامت میں خسارے: قیامت میں خسارے میں بھی یہی ظالم لوگ ہوں گے جنھوں نے آیاتِ الٰہی سے بے انصافی کی۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ (پ ۸۔ اعراف ع)

ظالموں کے لیے معذرت: قیامت میں ان ظالموں کے لیے معذرت کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی جو آخرت کی جواب دہی کے سلسلے میں بے یقینی میں مبتلا تھے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (پ ۲۱۔ روم ع)

یتیموں کا ناحق مال کھانا: یتیموں کا ناحق مال کھانا، بھی ظلم ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (پ ۴۔ النساء ع)

خدا کی بات بدل دیتے ہیں: ظالم اور بے انصاف لوگ خدا کی بات کی بجائے اپنی ہانکتے ہیں۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ (پ ۱۔ بقرہ ع)

سب سے بڑے ظالم: جو خدا کے نام پر افترا کرتے ہیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (انعام ع)

جو حق کی شہادت چھپاتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ (بقرہ ع)

جو آیاتِ الٰہی سن کر منہ موڑ لیتے ہیں اور قیامت کی فکر نہیں کرتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ (پ ۱۵۔ الکہف ع)

عادِ اولیٰ، قوم ثمود اور قوم نوح بڑے ظالم تھے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى (پ ۲۷۔ النجم ع۳)

مسجدوں میں یادِ الٰہی سے روکتے ہیں: وہ بھی بڑے ظالم ہیں جو خدا کے گھر میں یادِ الٰہی سے روکتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (پ ۱ بقرہ ع)

واضح آیات و نشانات کا انکار: جو واضح آیات اور نشاناتِ حق کا انکار کرتے ہیں، ظالم ہیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (پ۱۱-یونس ع۲)

دیس نکال: حق کے داعیوں کو دیس بدر کرنا اور الٹا ان کو مجبور کرنا کہ وہ ان کے الکا پر لبیک کہیں ظلم ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ (پ۱۳-ابراھیم ع۳)

اعراض اور عمل کی سنگینی سے غفلت: اللہ کی آیات پڑھ کر اس کو سمجھایا جائے تو وہ منہ موڑ کر چل دے اور جو کرتوت کر چکا ہے اسکی سنگینی سے غافل ہوا ہے تو وہ بھی بڑے ظالم ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ (پ۱۵-الکھف ع۸)

ہم بے بس تھے: احکام الٰہی کی تعمیل میں کوتاہی کرنے کے لیے بعض لوگ یہ بہانے بناتے ہیں کہ ہم فلاں لوگوں کے مقابلے میں بے بس تھے۔ اس لیے ان کی ہاں میں ہاں ملانا پڑی۔ یہ بھی ظالم ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ (پ۵-النساء ع۱۴)

دیکھ بھال کر منکرین کا ساتھ دینا: اس کو یہ معلوم ہو کہ اللہ اور اس کے رسول پاک کی مرضی یہ ہے، لیکن اس کے باوجود وہ ساتھ ان کا دے جو اس کے خلاف چلتے ہیں وہ بھی ظالم ہیں۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (پ۲-بقرہ ع۱۷)

حاملین حق کو پاگل کہتے ہیں: داعیان حق کے خلاف لوگوں میں یہ چرچا کرتے ہیں کہ یہ دیوانے ہیں، ان کو زمانے کا کچھ پتہ نہیں، یہ ہے وہ ہے۔ یہ سب ظالم ہیں۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (پ۱۸-فرقان ع۱)

وقار کا مسئلہ بنا لیتے ہیں: جب حق ان کی ڈینگوں کے علی الرغم آموجود ہوتا ہے تو وہ حق کی صداقت کا یقین رکھتے ہوئے بھی اس کی تعمیل سے گریز کرتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (پ۱۹-النمل ع۱)

الغرض ظلم ایک ایسی تلوار ہے جس کا کھیت کبھی ہرا نہیں دیکھا گیا، گو ان آیات کا زیادہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تعلق منکرین سے ہے تاہم دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ کرتوت مسلم کے نہیں، کفار کے ہو سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر مسلم بھی اسی کوڑھ میں مبتلا ہو جس کا الزام خدا کافروں کو دے رہا ہے تو پھر مسلم اس الزام سے کیوں بری الذمہ قرار دیا جائے۔

اُلٹے جانا:۔ قرآن کسی طرف بلائے اور وہ دوسری طرف کو اٹھ دوڑیں، حکم کچھ ہو، وہ کچھ اور کریں، یہ کرتوت بھی ظالموں کے ہوتے ہیں:

وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ (پ ۹ ۔ اعراف ع)

احادیث اور ظلم: اندھیرے ہی اندھیرے: فرمایا ظلم قیامت میں اندھیرے اندھیرے ثابت ہوگا۔

الظلم ظلمات یوم القیامۃ (صحیحین عن ابن عمر)

آپس کی بے انصافیاں: بندوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو بے انصافیاں اور زیادتیاں کی ہوں گی جب تک مظلوم معاف نہیں کرے گا خدا نہیں معاف کرے گا۔ باقی رہی وہ بے انصافیاں جو خدا کے ساتھ کی جاتی ہیں، وہ خدا کی مرضی ہے، معاف کرے یا نہ۔

و دیوان لا یترکہ اللہ ظلم العباد فیما بینھم حتی یقتص بعضھم من بعض و دیوان لا یعبأ اللہ فیما بینھم و بین اللہ فذاک الی اللہ ان شاء عذبہ وان شاء تجاوز عنہ (شعب الایمان)

ظالم کا حامی: جو شخص جان بوجھ کر ظالم کا ساتھ دیتا ہے، اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام (ایضاً)

اپنے ساتھ بے انصافی: جو شخص کسی کی دنیا کے لیے اپنی آخرت ضائع کرتا ہے۔ قیامت میں وہ سب سے برا ہوگا۔

من شر الناس منزلۃ یوم القیامۃ عبد اذھب آخرتہ بدنیا غیرہ (ابن ماجہ)

قیامت میں: قیامت میں ظلم کا حساب دیے بغیر بہشت میں جانا مشکل ہے۔

من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ او شیء فلیتحللہ منہ قبل ان لا یکون دینار و درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن لہ حسنات

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ (بیضاوی)

ان کے گاؤں سے روتے ہوئے گزرو: جن لوگوں نے اپنی ذات سے بے انصافیاں کی ہیں خدا کے نافرمانوں کے گاؤں سے گزرہو تو جلدی سے نکل جاؤ!

لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم ما اصابھم ثم قنع راسہ و اسرع السیر حتی اجاز الوادی (صحیحین عن ابن عمر)

مظلوم کی بد دعا: مظلوم کی بد دعا سے بچیے۔

ایاک و دعوۃ المظلوم فانما یسأل اللہ حقہ و ان اللہ لا یمنع ذا حق حقہ (شعب الایمان)

ظلم کو ناحرام ہے۔ فرمایا: میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم اور بے انصافی کو حرام کیا ہے، تم پر بھی حرام کرتا ہوں کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔

یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا (الحدیث قدسی۔ مسلم عن ابی ذر)

حاصل آیت: جب ملائکہ پر حضرت آدم کی برتری واضح ہو گئی تو انہیں پورے شاہی اعزاز کے ساتھ بہشت میں ٹھہرنے کو کہا گیا، صرف اتنی احتیاط ملحوظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے کہ فلاں درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ کام خراب ہو جائے گا۔

فَأَزَلَّهُمَا (تو انہیں پھسلا دیا) وہ کیسے؟ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ دخولِ آدم کے وقت تک بہشت دار الجزا یا دار خلد نہ تھی جیسا کہ آب ہے۔ بلکہ اس وقت وہاں تکلیفات شرعی تھیں۔ احکام تھے، نواہی تھے اور جب جنت کی ماہیت یہ تھی تو کوئی اشکال نہیں رہتا وہاں وسوسۂ شیطانی کے پہنچ جانے پر کسی متنفس کے وہاں سے نکالے جانے پر انتہی۔

گو یہ توجیہ بظاہر وزنی محسوس ہوتی ہے مگر بات بے دلیل ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں اس توجیہ کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو وہاں تشریف لے گئے تھے پھر وہاں سے واپس بھی تشریف لے آئے تھے، وہاں جانا یا وہاں سے واپس آنا بھی تو خدا کے حکم ہی سے تھا، کیا یہ حکم شرعی نہیں ہے، بہرحال ہمارے نزدیک صحیح وہی ہے جو اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔

جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو حکم ہوا کہ اب آپؑ زمین پر تشریف لے جائیں، آپ کو ایک مقررہ وقت تک وہاں رہنا ہو گا، لیکن بہشت کا یہ خاصہ ہے کہ وہاں باہم کدورتیں نہیں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہوں گی، اس لیے وہاں پر اس کا اندیشہ ہی نہیں تھا، باقی رہی یہ زمین؟ تو یہاں اس کا التزام نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے فطری خمیر میں باہمی آویزش کا بھی ایک پہلو مضمر اور پوشیدہ ہے۔ اس لیے فرمایا کہ یہاں سے آپ تشریف لے جائیں، اور جا کر زمین پر اپنے ڈیرے ڈالیں۔ زمین ایک محدود کائنات ہے اس لیے اس امر کا امکان موجود ہے کہ کچھ باہم الجھیں اور الجھا کریں۔

"بعض کا دشمن بعض" کہا ہے کیونکہ کل ابنائے جنس سے یہ معاملہ نہیں ہوگا، ایک سے اگر الجھے گا تو دوسرے کی طرف لپکے گا بھی۔ اس لیے جن مترجمین نے اس ٹکڑے کے معنی "ایک دوسرے کے دشمن ہو کر" کیے ہیں، وہ واقعات کے بھی خلاف ہیں اور بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ کے جملہ کی روح کے بھی منافی ہیں۔

إِلٰى حِيْنٍ (وقت مقرر تک) فرمایا ہے، کیونکہ یہاں سدا نہیں رہنا، بس ایک مسافر کی طرح آئے، سفر کی منزلیں طے کر کے پھر اسے ادھر ہی کو پلٹ جانا ہے، جہاں سے تشریف لائے تھے۔ اب یہاں سے تشریع کا وہ سلسلہ شروع ہونے کو ہے، جو اس کی تخلیق کا باعث تھا۔

نکتۂ صوفیاء، حضرت آدم علیہ السلام کا خلد سے نکلنا، ایک عظیم المیہ اور حادثہ تصور کیا جاتا ہے۔ مختلف لوگوں نے اس کے مختلف اسباب بیان کیے ہیں، حضرت احمد بن محمد بن سہل بن عطا رومی متوفی ۳۰۹ھ جو حضرت جنید بغدادی اور ابو سعید فراز، جیسے عظیم بزرگوں کے مصاحبوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت آدم نے کہا کہ الٰہی! تو نے مجھے کیوں سزا دی، میں نے تو درخت محض تیرے جوار میں سدا رہنے کے لیے کھایا تھا؟ فرمایا: تو نے خلود درخت سے طلب کیا ہے۔ حالانکہ وہ شے میرے قبضے میں ہے (مختصر لواقع الانوار شعرانی ج)

نام خدا کی شرم نے مارا: جب خدا کا حکم تھا کہ اس درخت کے نزدیک بھی نہ جانا تو حضرت آدم علیہ السلام اس کے بھرے میں کیسے آ گئے؟ حضرت امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (ف ۷۵۱ھ) اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب نام خدا کا واسطہ دیا جاتا ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام "نام خدا کی" عظمت کے پیش نظر اسے باور کر لیتے ہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، تو نے چوری کی ہے بہ کہنے لگا: نہیں! اس اللہ پاک کی قسم جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں! تو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولے، میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھوں کو جھٹلایا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وفی الصحیح ان عیسی ابن مریم علیہ السلام رای رجلا یسرق فقال سرقت؟ فقال: لا! واللہ الذی لا الہ الا ھو! فقال المسیح: آمنت باللہ وکذبت بصری.
(اغاثۃ اللھفان ص۱۱۵ ج۱)

جس ذات پاک کی طرف سے وہ مبعوث ہوتے ہیں اگر وہ اس کے نام کا اعتبار نہ کریں تو اور کون کرے گا؟ کیونکہ جلالِ الٰہی اور جمالِ خداوندی کی ہیبت اور محبت سے ان کے دل لبریز ہوتے ہیں، اس لیے نام سنتے ہی فلسفہ و حکمت کے سارے ہتھیار ڈال دیتے ہیں، اور یہی کچھ یہاں ہوا۔

ترے قبضے میں نظمِ دو جہاں ہے

فضا دلکش ہے کیف آور سماں ہے
جبیں میری ہے تیرا آستاں ہے

زمیں کے ذرے گردوں کے ستارے
ہر اک شے سے تری قدرت عیاں ہے

نہیں موقوف نجم و مہر و ماہ پر
ترے قبضے میں نظمِ دو جہاں ہے

یہ کس نے بربطِ دل آج چھیڑا
کہ ہر تارِ نفس نغمہ کناں ہے

گئے جس راہ سے اپنے اکابر
وہی وہ اپنی منزل کا نشاں ہے

نہیں ممکن فرار اس ذاتِ حق سے
زمیں اس کی ہے اس کا آسماں ہے

میں اپنی بے بسی پر رو رہا ہوں
رواں سوئے مدینہ کارواں ہے

غلط باتیں نہ کر منسوب ہم سے
ہمارے منہ میں بھی آخر زباں ہے

یہ ممکن ہے وہی دشمن ہو تیرا
زمانے میں جو تیرا رازداں ہے

کوئی پگھلا بھی دل تیرے بیاں سے
سنا تھا تو بڑا شعلہ بیاں ہے

ترا عاجز ترے لطف و کرم سے
تری تعریف میں رطب اللساں ہے

(عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ